دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا
ایک دلچسپ کتاب
جسمانی زمین میں ہوائیں الٹی پلٹی رہتی ہیں
دل
مولانا جلال الدین قاسمی
فون ۔ 711 / 5153511
414952

حامدًا ومصلیًا امّا بعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ (متفق علیہ)

یہ ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک لمبی حدیث کا آخری ٹکڑا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور یاد رکھو! کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ سنور گیا تو سارا بدن سنور گیا اور جو وہ بگڑا تو سارا بدن بگڑ گیا، سنو! وہ "دل" ہے

تقاضائے فطرت کے مطابق خالق کائنات نے ہر خوبصورت اور قیمتی شی کی حفاظت کے لئے مناسب جگہ کا انتظام فرمایا ہے۔ پھول مناظر فطرت میں ایک حسین اور دلکش شیء ہے اس کو اللہ نے گلچیں کے ظالم ہاتھوں کی دسترس سے محفوظ رکھنے کے لئے کانٹوں کے پنجرے میں محبوس کر دیا۔ ؏

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے ۔ اگر کانٹوں میں ہو خوئے حریری

اسی طرح جسم انسانی میں دماغ ایک قیمتی شی ہے اسلئے اس
کو ہڈی کے ایک ایسے خول کے اندر محفوظ کر دیا کہ کوئی خارجی
اثر آسانی کے ساتھ دماغ تک نہ پہنچ سکے ۔ دل اس سے
بھی زیادہ قیمتی شی ہے اسلئے اس کو اُس سے بھی زیادہ محفوظ
جگہ میں نصب فرمایا۔ دل مخروطی شکل کا گوشت کا ایک لوتھڑا
ہے اس کی دو حرکتیں ہیں ایک حرکت انبساطی ہے دوسری
حرکت انقباضی ہے۔ دل کو عربی میں قلب کہا جاتا ہے
قلب کے معنیٰ ہیں "الٹا"، کیونکہ دل سینے میں الٹا معلق ہے
سینے میں چوبیس پسلیاں ہیں دل بائیں طرف ہے اور ایک
پسلی سے لیکر پانچویں پسلی تک ہے۔ جس طرح عالم نباتات کا
مرکز جڑ ہے اور نوعِ انسانی کا مرکز سعادت انبیاء کا وجود ہی
اور جس طرح اعتقادات کا مرکز توحید، اور عبادات کا مرکز
نماز ہے اور جس طرح جماعتی اور ملی زندگی کا مرکز خلیفہ
اور ارضی مرکز سعادت کعبۃ اللہ ہے ۔ اسی طرح وجودِ انسانی
کا مرکز "دل" ہے ۔ انسانی زندگی کی بقا کے لئے ضروری
ہے کہ اپنے مرکز "دل" سے اس کا رابطہ برابر قائم رہے
قلب ہی وہ سرچشمۂ اولین ہے جہاں سے خیالات، احساسات
جذبات اور ارادوں کے جھرنے پھوٹتے ہیں فساد اگر اس

سرچشمے میں آ جائے تو پھر سارے کردار میں پھیل جاتا ہے۔
اور اصلاح بھی اگر اس سرچشمہ کی ہو جائے تو ساری سیرت
سنور جاتی ہے ۔ قلب درست ہو تو یہی اصل مربیّ و مزکّی
یہی مفتی و جج ہے، یہی چاق و چوبند پاسباں و سنتری
ہے ۔ یہی بگڑ جائے تو پھر باہر کی کوئی امداد انسان کو نہیں
سنوار سکتی ۔ کتاب کے شروع میں پیش کئے گئے حدیث کے
ٹکڑے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی یہ ہے کہ بگاڑ جب
آتا ہے تو اسی قلب پر یا مرکز روح میں ایک سیاہ نقطہ نمودار
ہوتا ہے آدمی کی نگاہ اگر اس مرکز پر نہ لگی ہو اور وہ اس سیاہ
نقطے کو فوراً دھو نہ ڈالے تو یہ نقطہ دھیرے دھیرے پھیلنے
لگتا ہے یہاں تک کہ اس کی سیاہی پورے قلب کو محیط ہو جاتی
ہے ۔ شاعر نے کہا ہے

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

انبیاء کرام کی سعی و اصلاح کا اصل ہدف مقصود
یہی دل ہے، اسے خواب غفلت سے بیدار کرنا، جھنجھوڑنا
اور بروئے کار لانا ہے یہ جاگ جائے تو قسمت جاگ اٹھتی
ہے یہ سو جائے تو تقدیر انسانی سو جاتی ہے اسی کو فرض کے

راستے پر گامزن کرنے کے لئے الہام کا جرس بجتا ہے۔ یہ
زندہ ہے تو آدمی زندہ ہے یہ مر جائے تو آدمی چلتی پھرتی
لاش کے سوا کچھ بھی نہیں

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

قلب کے دو معنیٰ

قلب کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ایک تو صنوبری شکل
کے اس مضغۂ گوشت پر قلب کا اطلاق ہوتا ہے جو سینے
کے بائیں جانب ہے۔ دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ ایک
ربانی لطیفہ ہے جس کا اس مضغۂ گوشت سے بڑا گہرا
ربط و تعلق ہے یہی اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے اور
ایسی چیزوں کا ادراک کرتا ہے جنہیں خیال و وہم نہیں
پا سکتے یہی لطیفۂ ربانی مخاطب الٰہی ہے۔ اسی کی طرف اللہ
نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ
"اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو یا وہ بات سننے کے لئے کان لگائے متوجہ ہو کر"

آیت مذکورہ میں قلب سے مراد صنوبری شکل وہ مضغہ گوشت
مراد نہیں ہے جو ہر ایک کے سینے میں ہے۔

سورۂ اعراف میں ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ
"ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں ان کے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں یہ چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ"

آیت مذکورہ میں بھی قلب سے دوسرا ہی معنیٰ مراد ہے مطلب
یہ ہوا کہ اللہ نے اس لطیفہ ربانی میں جو صلاحیتیں ودیعت
کر دی ہیں جو لوگ ان صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لاتے وہ
چوپاؤں کے مثل ہیں۔ چوپایوں کے مانند اس وجہ سے ہیں
کہ جس طرح چوپایوں کی طلب و جستجو بس اپنے پیٹ اور
تن کی مطلوبات تک ہی محدود رہتی ہیں اسی طرح ان کی تگ و
دو بھی اپنی مادی ضروریات و خواہشات ہی تک محدود ہے
اور چوپایوں سے زیادہ بے عقل اس وجہ سے ہیں کہ چوپائے
بہر حال اپنی جبلت کی تمام صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں

کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے لیکن انسان کو اللہ نے جو صلاحیتیں بخشی ہیں ان سے نہ صرف یہ کہ وہ حقیقی فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ بسا اوقات اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو ایک چوپائے سے کبھی صادر نہیں ہو سکتیں مثلاً انسان انسان ہو کر اتنا کج فہم بن جاتا ہے کہ درختوں پتھروں جانوروں تک کی پوجا کرنے لگتا ہے لیکن ایک گدھا یا بیل ایسی بے عقلی کبھی نہیں کر سکتا ۔

(تدبر القرآن)

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ قلب کا ایک معنیٰ وہ ربانی اور روحانی لطیفہ جو مخاطب الٰہی ہے تو جاننا چاہیئے کہ اس لطیفۂ ربانی (قلب کا دوسرا معنیٰ) کا اس مضغۂ گوشت (قلب کا پہلا معنیٰ) سے تعلق و ربط بڑا گہرا اور دقیق ہے جسے لفظوں میں نہیں بیان کیا جا سکتا جو کچھ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے وہ یہ کہ وہ بادشاہ کی مانند ہے اور یہ مضغۂ گوشت قصر شاہی کی مانند ۔

اسی تعلق سے دل کو وہ زندگی نصیب ہوتی ہے جو اس کو ایک مضغۂ گوشت سے تجلیات و انوار الٰہی

کا ایک آئینہ بنا دیتی ہے ۔ اس بات کی تائید اس خبر سے بھی ہوتی ہے جسے لوگوں نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ ہندستان کے ایک ذہین سائنسدان ڈاکٹر دھنی رام بروہا نے ایک بائیلوجیکل ہارٹ (حیاتیاتی دل) تیار کیا ہے اس مصنوعی دل کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ یہ بالکل اصلی دل کی طرح کام کرتا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ قلب کا دوسرا معنیٰ یعنی لطیفہ ربانی یہ بادشاہ کی مانند ہے اور قلب کا پہلا معنیٰ یعنی مضغۂ گوشت خواہ یہ مضغۂ گوشت قدرتی ہو یا مصنوعی ، اس لطیفہ ربانی کا قصر شاہی ہے

دل مہبط وحی ہے

اللہ کا ارشاد ہے

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا — "بیشک (اے رسول) تم پر ایک بھاری بوجھ ڈالنے والے ہیں "

بھاری بوجھ سے مراد قرآن مجید ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ — " اگر اس قرآن کو ہم کسی پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ خشیت الٰہی سے

لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا — پست اور پاش پاش
مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (سورۂ حشر) — ہو جاتا۔"

اب سوال یہ ہے کہ اتنی زبردست چیز کو کس چیز پر
اتارا گیا اور کس چیز نے اس کے بوجھ کا تحمّل کیا تو اس
کا جواب سورۂ شعراء میں اللہ نے یوں دیا۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ — "جبریلِ امین اس قرآن
عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ — کو لیکر آپؐ کے دل پر
الْمُنذِرِينَ ۝ — اترے ہیں تاکہ تم ڈرانیوالوں
میں سے ہو جاؤ۔" (سورۂ شعراء)

اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسان کے جسم کا سب سے
اشرف اور اعلیٰ حصّہ ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ قرآن
مجید وہ کلام ہے جو پاک منبع سے نکلا ہے، پاک
ذریعہ سے اترا ہے، پاک ہستی پر اترا، اور پاک ترین محل
اور عضو کو اپنا مہبط اور مستقر بنایا۔ یا یوں کہہ لیا جائے کہ
یہ کلام ایک قوی ذات سے نکلا، قوی ذریعے سے اترا، اور
قوی انسان پر اترا، اور قوی ترین عضو کو اپنا محل بنایا۔
کیونکہ اللہ کی ایک صفت قوی ہے۔ حضرت جبریلؑ کی بھی صفت
قوی ہے اور آنحضرتؐ دنیا کے سب سے قوی انسان ہیں

اور قلب جسم انسانی کا قوی ترین عضو ہے کیونکہ دل اگر
کمزور ہو جائے تو پورا بدن کمزور ہو جاتا ہے۔

اللہ نے کسی انسان کے دو دل نہیں بنائے

اللہ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ — "اللہ نے کسی شخص کے سینے
مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ — میں دو دل نہیں بنائے"

کسی شخص کے پہلو میں اللہ نے دو دل نہیں بنائے جس
کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ نے انسان کے لئے یہ پسند
نہیں فرمایا کہ وہ دو بالکل متضاد اور متناقض ارادے
اپنے اندر جمع کرلے۔ لیکن یہ انسان کی عجب کج فہمی ہے کہ
وہ خدا کی بنائی ہوئی ساخت کے بالکل خلاف اپنے اندر
متناقض ارادے جمع کر لیتا ہے ایک طرف وہ خدا
پر ایمان لانے کا دعویٰ رکھتا ہے، دوسری طرف وہ
دوسرے شریکوں کی بھی بندگی کرتا ہے۔ رسول سے اطاعت
ووفاداری کا عہد بھی باندھتا ہے۔ اور اس کے خلاف
اس کے دشمنوں سے سازباز اور اس کی تعلیمات کے خلاف
سازشیں کرتا ہے۔ حالانکہ دل تو ایک ہے تو اس کے ارادوں

میں تناقض نہیں ہونا چاہئے اگر ایسا ہے تو یہ دل کی خرابی اور بیماری کی دلیل ہے ۔

قیامت میں سرخروئی کا دارومدار قلب سلیم پر ہے

قرآن مجید میں ہے

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

"جس دن نہ مال کام آئیگا اور نہ اولاد ۔ بس وہ فائز المرام ہوگا جو تندرست دل لیکر حاضر ہوگا ۔"

قلب سلیم سے مراد شرک و نفاق کی ہر آلائش سے بالکل پاک اور محفوظ دل ہے جس دل میں کسی اور حصہ داری یا نفاق کی بیماری آ ہو اس دل کی اللہ کی بارگاہ میں کوئی اہمیت نہیں ۔

حدیث ہے :

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھے گا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھے گا ۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا ۔

ایمان کی استقامت دل کی استقامت پر موقوف ہے

حدیث ہے :

وَعَنْ انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ ۔

انس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان اسوقت تک سیدھا نہیں ہوسکتا جبتک کہ اس کا دل نہ سیدھا ہوجائے

اور دل کے سیدھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو ، اس کی اطاعت کو محبوب سمجھے اور اس کی معصیت کو مکروہ سمجھے ۔

دل کی مثال پر کی طرح ہے

عن ابی موسی اشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ الْقَلْبِ مَثَلُ الرِّیْشَۃِ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ بفلاۃٍ

دل کی مثال پر کی طرح ہے جنہیں ہوائیں خالی زمین پر الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں

اس حدیث میں قلب پر وارد ہونے والی کیفیات اور
خطرات کو تشبیہ دیکر بیان کیا گیا ہے کہ قلب اللہ
کے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ خالی زمین پر پرندہ
کا پر پڑا ہوا ہو اور ہوائیں اسے جس طرف چاہیں
اڑائیں۔ ریح کے بجائے ریاح استعمال کرنے کا نکتہ
یہ ہے کہ اگر ہوا ایک طرف سے کسی چیز پر چلے تو وہ چیز
اس طرح الٹ پلٹ نہیں سکتی جس طرح کہ اس وقت
ہوتی ہے جبکہ وہ چاروں طرف سے چل رہی ہو جیسا کہ
آندھی کے موقع پر عام طور پر یہ مشاہدہ ہوتا ہے
غرضیکہ جس طرح پر کی ایک کیفیت نہیں رہتی اسی
طرح انسان کا دل بھی دگرگوں رہتا ہے کہ کبھی اچھے
خیالات کا اس پر ورود ہوتا ہے۔ کبھی برے خیالات کا

دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہدایت فرمائی کہ اکثر یہ پڑھا کرو:
یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ تو میں نے
نبی کریم ؐ سے پوچھا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے

آپ کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لائے کیا اب بھی
ہمارے بھٹکنے کا اندیشہ ہے آپؐ نے فرمایا:
اَلْقَلْبُ بَیْنَ اصبعی الرحمٰن یصرفه کیف یشاءُ
دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان وہ جیسے چاہتا ہے
اسے پھیرتا رہتا ہے۔
اس حدیث کی بابت عبد العزیز دباغ نے فرمایا کہ حدیث
میں انگلی سے مراد معنوی انگلی ہے یعنی تصرف جو
انگلی کے ذریعہ ہوا کرتا ہے مطلب یہ ہوا کہ بندہ کا قلب
تصرفات خداوندی سے دو تصرف کے درمیان ہے

وخرج مسلم من حديث عبد
الله بن عمروؓ: سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول ان قلوب
بني ادم كلها بين اصبعين
من اصابع الرحمٰن عز وجل كقلب
واحد يصرفه كيف يشاء ثم
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اللهم مصرف القلوب صرف
قلوبنا على طاعتك۔

عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں
کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام
بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں
میں سے دو انگلیوں کے درمیان
قلب واحد کی طرح ہیں وہ جس
طرح چاہتا ہے اسکو پھیرتا رہتا ہے
پھر نبی کریم نے فرمایا اے اللہ دلوں
کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی

طاعت کی طرف پھیر دے"۔

عجیب بات ہے کہ قلب اپنے احساسات اور انفعالات معنویہ میں بھی متقلب رہتا ہے جیسا کہ زیر بحث احادیث میں مذکور ہے اور تا حیات اپنے وضع طبعی میں بھی متحرک اور متقلب رہتا ہے۔ قلب کے اسی الٹ پھیر کی مناسبت سے شاعر نے اپنے مصرعہ میں اس کی وجہ تسمیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمَا سُمِّیَ الْقَلْبُ اِلَّا لِاَنَّہٗ یَتَقَلَّبُ

بھلائی اور برائی کی کسوٹی دل

وابصہ بن معبد کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وابصہ تم بھلائی اور برائی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو تو میں نے کہا ہاں، تو آپؐ نے فرمایا:

اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ "اپنے دل سے پوچھ" اگر دل اس سے مطمئن ہے تو بھلائی ہے اور اگر دل میں اس سے کھٹک ہو تو برائی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ نے انسان کی فطرت اس طرح بنائی ہے جس میں بھلائی سے

محبت اور برائی سے نفور موجود ہے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث کا۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ اَبَوَاہُ یُہَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ ○

دل کی مثال تین قسم کے مکان کی

1. اوّل شاہی مکان جس میں خزانے اور شاہی جواہرات ہوتے ہیں۔
2. دوم آدمی کا اپنا مکان جس میں صرف اس کے جواہرات اور خزانے ہوتے ہیں لیکن وہ شاہی ذخیرے کے برابر نہیں ہوتے
3. سوم خالی مکان جس میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔

اب بتلائیے کہ چور کس گھر میں نقب لگائیگا۔ خالی مکان سے سے کچھ چرانا محال ہے کیونکہ اس میں چرانے کی کوئی چیز نہیں یہی وجہ ہے کہ ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ یہودی کہتے ہیں کہ نماز میں ہمیں وسوسہ نہیں آتا تو ابن عباس رضؓ نے ہمیں جواب دیا:

وَمَا یصنع الشیطان بالقلب الخراب۔ خراب شدہ دل کو شیطان کیا کرے گا

اب رہا شاہی محل تو اس میں چوری کرنا محال ہے کیونکہ اس پر محافظین کا زبردست پہرہ رہتا ہے۔ چور اس کے

قریب بھی نہیں جاسکتا، لہذا اب چور کے لئے تیسرا گھر رہ جاتا ہے جس پر وہ خوب ڈاکے ڈالتا ہے۔

اول دل جو ہر خیر سے خالی ہے کافر و منافق کا دل ہے

دوم وہ دل جو اللہ کی عظمت و محبت سے بھر چکا ہے ایسے دل پر شیطان ڈاکہ ڈالنے کی کیسے جرأت کر سکتا ہے

سوم وہ دل جو توحید ایمان باللہ، اللہ کی محبت و معرفت سے پُر ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اس میں دواعی طبع اور خواہشات نفسانیہ بھی موجود ہوتے ہیں غرضیکہ دل کو دو قسم کے دواعی گھیرے رہتے ہیں کبھی ایمان و معرفت خداوندی کی طرف دعوت دینے والے کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی خواہشات کی طرف دعوت دینے والے شیطان کی طرف مائل ہوتا ہے تو ایسے دل پر شیطان کو بڑی امیدیں ہوتی ہیں۔ ہر وقت اس پر وار چلاتا ہے۔ شیطان کے ہتھیار یہی شہوات، باطل خیالات وسواس، جھوٹی آرزوئیں ہیں۔ جس دل پر یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں شیطان جب اس یہاں جاتا ہے تو انہیں کو اٹھا کر دل پر حملہ آور ہوتا ہے اگر ایمانی حربہ مضبوط نہیں تو شیطان غالب آجاتا ہے

دل کا رین (زنگ)

دل کی مثال آئینے کی سی ہے جبتک وہ میل اور زنگ سے پاک رہتا ہے تو حقائق کا مشاہدہ کرتا ہے اور جب زنگ آلود ہو جاتا ہے تو برباد ہو جاتا ہے اور جب صیقل کا کوئی سامان نہیں ہوتا کہ اس کے زنگ کو دور کر کے جلا بخشے۔

اسی کو قرآن طبع اور رین سے تعبیر کرتا ہے۔

اُولٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ "یہی ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے"

دوسرے مقام یوں ارشاد باری ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ "یہی ہیں جن کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے"

دل کا غین (غبار)

نبی ؐ نے ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً "میرے قلب پر بھی غبار چھا جاتا ہے تو شب و روز میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں" حدیث پاک میں جو غین مذکور ہے وہ مانع یا منقص تجلی نہیں ہے کیونکہ وہ تجلی جو آپ کے قلب پر ہوتی ہے اسقدر قوی النور ہے کہ خود اس غین کو بھی منور کر دیتی ہے۔

دلوں کا زنگ اور اس کا علاج

دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے۔ غفلت اور گناہ سے۔ اور دو ہی چیزوں سے صاف روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔
استغفار اور ذکر الٰہی سے۔

ابودرداءؓ کا قول ہے۔
لِكُلِّ شَيْءٍ جِلَاءٌ وَإِنَّ جِلَاءَ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ

ترمذی میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قَالُوْا فَمَا جِلَاءُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔

"کہ یہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے پانی پڑنے پر لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے صحابہ نے پوچھا کہ اس زنگ کو کیسے چھڑایا جائے تو آپ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرو اور قرآن کی تلاوت کرو۔"

(ترمذی)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

اُطْلُبْ قَلْبَكَ فِيْ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ، عِنْدَ سِمَاعِ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ مَجَالِسِ الذِّكْرِ وَفِيْ اَوْقَاتِ الْخَلْوَةِ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْهُ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ فَسْئَلِ اللّٰهَ اَنْ يَّمُنَّ عَلَيْكَ بِقَلْبٍ فَاِنَّهٗ لَا قَلْبَ لَكَ۔

"کہ اپنے دلوں کو تین جگہوں میں ڈھونڈھو، قرآن سننے کے وقت، ذکر کی محفلوں میں۔ تنہائی کے اوقات میں اگر ان تین جگہوں میں دل نہ پاؤ تو اللہ سے سوال کرو کہ وہ تمہیں ایک بیدار دل عطا فرمائے کیونکہ تم دل سے محروم ہو۔"

دل مرجاتا ہے

تیرہویں صدی عیسوی کے مشہور مورخ ابن الطقطقی نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان مدینہ کے مشاہیر علماء میں شمار ہوتا تھا عام طور پر اس کا قیام مسجد ہی میں رہتا تھا لوگ اسے مسجد کا کبوتر کہتے تھے وہ بڑا نیک طبیعت اور دین پسند شخص تھا۔ تلاوت قرآن اس کا معمول تھا

جب اس کے باپ مروان بن حکم کے مرنے کے بعد اسے
بتلایا گیا کہ اب آج سے آپ خلیفۃ المسلمین بن گئے ہیں
تو اس نے قرآن کو بند کر دیا اور کہا ھذا فراق بینی
وبینک۔ اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے۔
خلیفہ ہونے سے قبل یزید بن معاویہ نے مدینہ والوں
سے لڑنے اور مکہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی
تو یہ بہت خفا ہوا تھا مگر جب خود خلیفہ ہوا تو اپنے حریف
عبداللہ بن زبیر کو شکست دینے کے لئے اس سے بھی
بدتر کام کیا اس نے حجاج بن یوسف کو اس کام کے لئے
مقرر کیا جس نے مکہ کا محاصرہ کیا تو کعبہ پر منجنیق سے
پتھر برسائے۔

مشہور تابعی سعید بن مُسیّب، عبدالملک بن مروان کے
استاد تھے ایک دن اس نے اپنے استاد سے کہا
حضرت اب میں نیکی کے کام کرتا ہوں تو میرے دل کو
کوئی خوشی نہیں ہوتی اور برائی پر ملال نہیں گذرتا
حالانکہ میری قلبی کیفیت پہلے ایسی نہ تھی سعید بن مسیب
نے فوراً جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تمہارا دل
مرگیا ہے۔

کیسے تھے وہ مسلمان

مشہور مستشرق لارڈ ایڈورڈ گبن نے لکھا ہے کہ عمر
فاروق کے دور خلافت میں جب بیت المقدس فتح
ہوا تو خود امیر المومنین کو وہاں تشریف لانے کی
دعوت دی گئی امیر المومنین نے یہ طویل سفر اس
طرح طے کیا کہ ایک ہی اونٹ پر آپ اور آپ کے غلام
باری باری سوار ہوتے تھے۔ یہ اس خلیفۂ اسلام کا
سفر تھا ۲۵ر لاکھ مربع میل پر جس کی عظمت کا پرچم
لہراتا تھا۔ فتح بیت المقدس کے بعد جب مجاہدین اسلام
اندرون شہر داخل ہونے لگے تو عیسائیوں اور یہودیوں
کی نوجوان لڑکیاں انتہائی بے حیائی اور بے پردگی سے اپنے
بالاخانوں پر کھڑی ہوگئیں اور دعوت نظارہ دینے
لگیں تاکہ صف اسلام میں انتشار پیدا ہو۔ بشری تقاضوں
کے پیش نظر کچھ نوجوان سپاہیوں میں اضطراب پیدا
ہوگیا اور نظریں بھٹکنے لگیں فوج کے سپہ سالار نے یہ
صورتحال دیکھا اور امیر المومنین سے عرض کیا کہ یہ عجیب
صورتحال ہے ایک طرف سپاہیوں کا اضطراب اور دوسری

طرف حسن کی بے حجابانہ شوخیاں، اب آپ ہی بتائیے
نظم کس طرح قائم کیا جائے یہ سنتے ہی فاروق اعظم کا
چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ نے حکم دیا پورا لشکر ٹھہرایا
جائے سب لوگ ٹھہر گئے تو فاروق اعظم نے کھڑے
ہوکر بلند آواز سے فرمایا: قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا
مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ . سورہ
نور کی اس آیت جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اے پیغمبر
مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں"
کا سننا تھا کہ تمام سپاہیوں کی نگاہیں جھک گئیں
اب وہ اس طرح سر جھکائے شہر میں داخل ہو
رہے تھے گویا ان کے سروں پہ چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں
کہ ذرا سا ہلے گا تو چڑیاں اڑ جائیں گی۔
اس واقعہ پہ تبصرہ کرتے ہوئے انگریز مورخ لکھتا
ہے " اگر مسلمان یہ تھے اور ان کے تقدس
اور خوف خدا کا یہ عالم تھا تو میں کہوں گا کہ ایسے
مثالی اور بے مثال انسانوں کے لئے یہ دنیائے آب و
گل کافی نہیں انہیں آباد ہونے کے لئے ایک جدید
دنیا کی ضرورت ہے۔

پہلے قرآن کی صرف ایک آیت دلوں میں تلاطم برپا
کر دیتی تھی اب آیات و احادیث کے دفتر کے دفتر
بکھیر کر رکھ دئے جائیں نہ آنکھیں نم ہوتی ہیں
نہ دل اثر پذیر ہوتے ہیں اسلئے کہ اب گناہ کی
سیاہیوں نے دلوں کو مردہ کر کے رکھ دیا ہے۔

دل کا تعلق علم سے

فضیلت علم کے بارے میں بہت سی آیات ہیں جیسے:
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط
"اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کو درجات عطا فرماتا ہے"
ایک جگہ اس طرح ہے: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا "علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں"
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ . "میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں"
معلوم یہ ہوا کہ علم جہاں بلندی درجات کا سبب ہے

وہیں خشیت خداوندی کا ذریعہ بھی ہے اب سوال یہ ہے کہ بدن انسانی میں کون سی شئی ہے جو علم کا ادراک کرتی ہے تو جاننا چاہئے کہ علم کا مدرک دل ہے اور ادراک بالقلب کا نام علم ہے اور ادراک بالحواس کا نام شعور ہے۔

دل کا تعلق کلمۂ طیبہ سے

حدیث میں ہے:

"جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا"

لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ زبان سے تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا لیکن دل سے تصدیق نہیں کیا تو اہلسنت والجماعت کے نزدیک ایسا شخص مسلمان نہیں ہے

شاعر کہتا ہے

زباں سے کہہ دیا جو لا الہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل کا تعلق نماز سے

نماز آدمی کی زندگی کو پاکیزہ و مطہر بنانیوالی اس کے کردار کو سنوارنے والی اس کے ضمیر اور دل و دماغ کو تربیت اور اس کے نفس کی اصلاح کرنے والی چیز ہے اسی وجہ سے اسلام نے نماز کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے۔ اور نماز کی روح خشوع و خضوع اور اطمینان اور ان چیزوں کا پہلا محل دل ہے جس نے نماز میں خشوع و خضوع اور اطمینان کا اہتمام نہیں کیا اس نے نماز کی حقیقت ضائع کر دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا:

لَوْ خَشَعَ قَلْبُہٗ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُہٗ "اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا"

دل کا تعلق روزے سے

روزے میں انسان طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک
بھوکا پیاسا رہتا ہے بھوک پیاس سے دل کی چربی پگھلتی
ہے تو دل رقیق ہو جاتا ہے جس طرح اونٹ کے پیاسا ہونے
پر اس کے کوہان کی چربی پگھلتی ہے بھوک پیاس کی اسی
اہمیت کی وجہ سے شاید عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں
سے کہا تھا "اپنے شکموں کو بھوکا پیاسا رکھو شاید تمہارے
قلوب اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں"

دل کا تعلق زکوٰۃ و صدقہ سے

اللہ کا ارشاد ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
وَتُزَكِّيْهِمْ "اے ہمارے رسول آپ ان کے مالوں سے صدقہ
لے لو، جس کے ذریعے تم ان کو پاکیزہ بناؤ گے اور ان کا تزکیہ کرو گے"
آیت مذکورہ میں "تطہیر" اور "تزکیہ" دو لفظ استعمال ہوئے
ہیں تطہیر میں غالب پہلو ظاہری اور باطنی نجاستوں اور رذائل
سے پاک کرنے کا اور تزکیہ میں ظاہری اور باطنی نجاستوں اور

خباثتوں سے پاک کرنے کے ساتھ ساتھ صلاحیتوں اور خوبیوں
کو نشو و نما دینے اور فضائل اخلاق سے آراستہ کرنے کا
مفہوم بھی شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ باطنی گندگیوں سے مراد
دل کی گندگیاں اور نجاستیں ہیں۔ نیز انفاق، زکوٰۃ، صدقہ و
خیرات، بلاشبہ سراسر نیکی ہے لیکن اس کے پیچھے اخلاص
نیک نیتی اور پاکیزگیٔ قلب نہ ہو تو اللہ کو ایسے نیک عمل کی
ضرورت نہیں۔

دل کا تعلق حج سے

اسلام کا مجموعۂ عقائد و عبادات صرف توحید، نماز، روزہ،
زکوٰۃ، حج سے مرکب ہے۔ ان تمام ارکان میں حج ایسا رکن
ہے جس سے اس تمام مجموعے کی ہیئت ترکیبی مکمل ہوتی
ہے اور یہ تمام ارکان اس کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔
حج کے جہاں بیشمار فوائد اور اہم مقاصد ہیں انہیں میں سے
ایک بڑا اور اہم مقصد قرآن نے یہ بتایا ہے۔
وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ "جو لوگ اللہ کی قائم کی ہوئی یادگاروں
فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ تعظیم ان
کے دلوں کی پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے"

یعنی ان یادگاروں کی تعظیم کا حق محض ظاہرداری سے ادا
نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے دل کا تقویٰ مطلوب ہے اور
حج کرنے والے کو چاہئے کہ خانۂ کعبہ کی ان مقدس یادگاروں
اور شعائر صالحہ کے روحانی اثر و نفوذ کو اپنے دل میں جذب کرلے
مادی یادگاروں کی زیارت صرف سیر و تفریح کے لئے کیجاتی
ہے لیکن روحانی یادگاروں سے صرف دل کی آنکھیں ہی بصیرت
حاصل کرسکتی ہیں۔

دل کا تعلق قربانی سے

قربانی کے متعلق معلوم ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی یادگار ہے۔ قربانی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ
التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۔ مطلب یہ ہے کہ خدا قربانیوں کے
گوشت یا خون سے محظوظ نہیں ہوتا جیسا کہ مشرکین نے
گمان کر رکھا ہے بلکہ محض تمہارے دل کی نیکی ہے جو
مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔
بالفاظ دیگر اللہ تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف
دلوں کو دیکھتا ہے۔

دل کا تعلق خانۂ کعبہ سے

حجاج کرام جانتے ہیں کہ حج کے موقع پر جب وہ طواف
کرتے ہیں تو خانہ کعبہ ان کے بائیں جانب پڑتا ہے اور
دل بھی سینے میں بائیں جانب ہی ہے۔ شاید حضرت حق نے
دل کو بائیں جانب اسی وجہ سے رکھا ہے تاکہ طواف
کرتے وقت انسان کا دل خانہ کعبہ کی طرف مائل رہے
اور وہاں سے نکلنے والی نورانی شعاؤں کو پوری طرح
اپنے اندر جذب کرلے۔ جبکہ عقل تو یہ کہتی ہے کہ
دل جب بدن انسانی میں سب سے اہم اور عظیم الشان
عضو ہے تو اس کو بائیں جانب نہیں بلکہ دائیں جانب
ہونا چاہیئے، کیونکہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شریعت
بخشی ہے۔ اور ماہرین علم الاجسام کا بھی یہی کہنا ہے کہ
جسم کے بائیں جانب کے تمام اعضاء دائیں جانب کے تمام
اعضاء کے مقابلہ میں کمزور ہیں۔

خوشخبری

مولینا جلال الدین قاسمی کی دوسری علمی اور فکری کتابیں جو جلد ہی منظر عام پر آنے والی ہیں

۱۔ اسلام میں محبت کا مقام
۲۔ اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت
۳۔ پیارے نبی کی پانچ پیاری نصیحتیں
۴۔ نفس کی تحقیق
۵۔ اخلاص اور نیت

ملنے کا پتہ:
شمسی بُکڈپو نیز جامع مسجد اہلحدیث
انڈیا مارکیٹ خیرانی روڈ ساکی ناکہ بمبئی ۷۲